السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

اہل حدیث کے اُصول کیا ہیں جیسا کہ احناف کے اُصول یعنی ادلۃ شرعیۃ، کتاب وسنت، اجماع، قیاس اور استحسان وغیرہ۔ اس طرح اہل حدیث کے اصول کیا ہیں؟ (محمد بشیر الطیب، کویت)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں ان اصولوں کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، آپ حجۃ اللہ سے المبحث السابع کا باب الفرق بین اہل الحدیث وأصحاب الرأی پڑھ لیں، اطمینان ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

اہل حدیث اور اہل رائے کے درمیان فرق

توجان لے کہ بے شک سعید بن مسیب زہری اور ابراہیم کے عہد میں اور مالک، سفیان ثوری کے زمانہ میں اور ان کے بعد بھی ایسی قوم تھی کہ وہ دینی مسائل میں خوض بالرائے کو برا سمجھتے تھے اور فتویٰ دینے اور مسئلہ کا استنباط کرنے میں بہت خائف رہتے تھے، جب نہایت ہی ضرورت پیش آتی اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا تو پھر استنباط کرتے تھے اور ان کا سب سے بڑا اہتمام یہ تھا کہ وہ حدیث کو روایت کر دیں۔

رائے کے بارے سلف کے اقوال:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک بار کسی چیز کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں کہ کسی ایسی چیز کو تیرے لیے جائز کر دوں جسے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حرام کیا ہو یا کسی ایسی چیز کو حرام کر دوں جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حلال کی ہو۔ 1

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! آزمائش کے آنے سے پہلے اس کی تفتیش نہ کرو، مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے لوگ ہوتے رہیں گے جب ان سے سوال کیا جائے گا اس کا مسکت جواب دیتے رہیں گے۔ 2

اور اس کے قریب قریب عمر، علی، ابن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ایسے مسائل میں گفتگو کرنا جو ابھی نازل نہیں ہوئے کراہت مروی ہے۔

1۔ سنن دارمی، باب من ھاب الفتیا وکرہ التنطع والتبرع۔ 2 سنن دارمی، باب من ھاب الفتیا وکرہ التنطع والتبرع

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جابر بن زید سے کہا تھا تو بصرہ کے فقہاء سے ہے ہمیشہ فتویٰ قرآن ناطق یا سنت ماضیہ کے مطابق دینا اگر تو ایسا نہ کرے گا تو خود بھی ہلاک ہو جائے گا اوروں کو بھی ہلاک کر دے گا۔ 1

ابو نضرہ کہتے ہیں جب ابو سلمہ بصرہ آئے تو میں اور حسن بصری ان کی ملاقات کے لیے گئے، انہوں نے حسن بصری کے لیے فرمایا: حسن بصری آپ ہیں؟ بصرہ میں تیری ملاقات سے زیادہ مجھے کسی کی ملاقات کا شوق نہیں تھا۔ اور یہ شوق اس لیے تھا کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ تو اپنی رائے سے مسئلہ کا جواب دیتا ہے آئندہ قرآن وحدیث کے علاوہ اپنی رائے سے فتویٰ نہ دینا۔ 2

ابن منکدر فرماتے ہیں کہ عالم اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے پس اسے لیے وہ اپنی نجات کا کوئی طریقہ تلاش کرے۔ 3

رائے سے فتویٰ دینے کی کراہت:

امام شعبی سے سوال کیا گیا جب تم سے مسائل پوچھے جاتے تو تم کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: تم نے اس کے واقف سے یہ بات دریافت کی ہے جب کسی شخص سے سوال کیا جاتا تھا تو وہ اپنے پاس والے عالم سے پوچھ لیتا تھا اس کا جواب دے ایسے ہی وہ شخص دوسرے کو کہتا اور آہستہ آہستہ پہلے عالم کی طرف انتہا ہو جایا کرتی تھی۔ 4

امام شعبی کا قول ہے یہ علماء جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تجھے بیان کریں اس پر عمل کرو اور جو کچھ اپنی رائے سے کہیں اسے پائخانہ میں پھینک دو۔ 5ان تمام آثار کو دارمی نے نقل کیا ہے۔

حدیث و آثار کی کتابت :

اسی اہتمام حدیث کی وجہ سے بلاد اسلام میں حدیث و آثار کی تدوین شروع ہوگئی اور جا بجا کتابیں اور نسخے مرتب ہونے لگے، اہل روایت میں سے کم ہی ایسے علماء تھے جن کی کوئی تصنیف نہ ہو اس وقت کی ضرورت نے ایسی حالت پیدا کر دی تھی کہ اس وقت کے بلند پایہ علماء نے تمام ممالک حجاز، شام، عراق، مصر، یمن اور خراسان میں سفر کیا اور کتابوں اور نسخوں کو متفرق موقعوں سے فراہم کیا، غریب احادیث اور آثار نادرہ کی تلاش میں کافی خوض کیا ان کے اس اہتمام سے وہ احادیث اور آثار مجتمع ہوگئے جو اس سے پہلے جمع نہ ہوسکے تھے اور ان کے لیے وہ سامان مہیا ہوگیا جو ان سے پہلے کسی کے لیے مہیا نہ ہوا تھا اور بہت سی حدیثیں ان کے پاس کثرت طرق سے جمع ہوگئیں حتی کہ ان کے پاس ایسی حدیثیں بکثرت تھیں جو سو سو طریقوں سے مروی تھیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بعض طریقوں سے ان اُمور کا انکشاف ہوگیا جو دوسرے طرق میں نا معلوم تھے اور ان علماء نے ہر ایک حدیث کا درجہ معلوم کرلیا کہ کونسی حدیث غریب ہے اور کونسی مستفیض ہے اور حدیث کے متابعات اور شواہد میں غور کرنے کا انہیں خوب موقعہ یسر آیا اور انہیں بکثرت صحیح حدیثوں کا پتہ چل گیا جو پہلے اہل فتویٰ کے دور میں ظاہر نہ ہوئی تھیں۔

سنن دارمی، باب القیاء و ما فیہ من الشدۃ۔ 1   2سنن دارمی، باب القیاء و ما فیہ من الشدۃ۔

سنن دارمی، باب من ھاب القیاء و کرہ التنطع والتبرع۔ 3   4سنن دارمی، باب من ھاب القیاء و کرہ التنطع والتبرع۔

سنن دارمی، باب فی کراھیۃ أخذ الرأی۔ 5

زیادہ علم رکھنے والے اہل حدیث ہیں :

امام شافعی نے امام احمد سے کہا کہ صحیح حدیث کا علم تمہیں ہم سے زیادہ ہے جو حدیث صحیح ہو وہ ہمیں بتا دیا کریں تاکہ میں اسی کو اپنا مذہب قرار دوں چاہے وہ حدیث کوفی ہو شامی ہو یا بصری، اسے ابن ہمام نے نقل کیا ہے۔ امام شافعی نے امام احمد کو یہ بات اس لیے کہی کہ بہت سی احادیث ایسی ہی تھیں جسے صرف ایک ایک شہر کے راوی نقل کیا کرتے تھے۔ مثلاً وہ احادیث جنہیں صرف شام اور عراق کے محدثین روایت کیا کرتے ہیں بعض ایسی احادیث بھی تھیں جنہیں صرف ایک خاندان کے لوگ روایت کرتے تھے جیسے بریدہ کا نسخہ ابو بردہ کی روایت سے ابو بردہ نے اسے ابو موسیٰ سے روایت کیا ہے اور عمرو بن شعیب کا نسخہ اپنے باپ کی روایت سے اور ان کے باپ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور بعض صورتیں ایسی تھیں کہ بعض صحابہ قلیل الروایت اور گمنامی کی حالت میں تھے ان سے بہت کم لوگوں نے حدیث کو روایت کیا، اس لیے ایسی حدیثوں سے عام مفتی غافل رہے تھے۔

اور ان کے پاس تمام شہروں کے فقیہ صحابہ و تابعین کے آثار جمع ہوگئے اور متقدمین کی حالت ہی یہ تھی کہ وہ صرف اپنے شہر اور اپنے درجہ کے لوگوں کی حدیثیں جمع کر سکتے تھے، نیز پہلے علماء اسماء الرجال اور راویوں کے درجہ عدالت کا اندازہ ان اُمور سے کرلیا کرتے تھے جو ان کو حالت کے مشاہدہ اور قرائن کے تتبع سے معلوم ہو جایا کرتے تھے لیکن اب اس طبقہ کے علماء نے اس فن میں نہایت غور کیا اور اسے مدون کر کے اور بحث و تفتیش کر کے ایک مستقل فن بنا دیا اور احادیث کے صحیح اور غیر صحیح قرار دینے میں باہم مناظرے کیے گئے اس طرح اس تدوین اور مباحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان حدیثوں کا فیصلہ ہوگیا جن کا متصل یا منقطع ہونا پہلے مخفی تھا۔

کبار محدثین کا طبقہ :

اور اب اس طبقہ میں محدثین تقریباً چالیس ہزار احادیث کی روایت کرتے تھے۔ امام بخاری کی نسبت یہ امر درست ہے کہ انہوں نے چھ لاکھ احادیث سے صحیح بخاری کو مختصر کیا ہے اور ابوداؤد کی نسبت بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ پانچ لاکھ احادیث سے انہوں نے اپنی سنن کو مرتب کیا ہے اور امام احمد نے اپنی مسند کو احادیث نبویہ کے پہچاننے کے لیے میزان قرار دیا ہے کہ جو حدیثیں اس مسند میں موجود ہیں اگرچہ ان کی روایت ایک ہی طریقہ سے ہو ان کے لیے کوئی نہ کوئی اصل ہے اور جو اس میں نہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔

اس طبقہ کے نامور علماء یہ ہیں :

عبدالرحمن بن مہدی، یحییٰ بن سعید قطان، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، ابو بکر بن ابی شیبہ، مسدد، ہناد، احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، فضل بن دکین، علی بن مدینی اور ان کے دیگر ہم رتبہ محدثین۔

طبقات محدثین میں پہلا نمونہ :

طبقات محدثین میں یہ پہلا نمونہ ہے جب محققین اہل حدیث نے فن روایت اور درجات حدیث خوب مکمل کرلیے تو اس کے بعد ان کی توجہ فقہ کی طرف مائل ہوئی، انہوں نے جب دیکھا کہ بہت سی احادیث اور آثار فقہاء کے ہر ایک مذہب کے مخالف ہیں اسی وجہ سے متقدمین نے کسی خاص امام کی تقلید پر اتفاق نہیں کیا بلکہ انہوں نے احادیث نبوی صحابہ، تابعین اور مجتہدین کے آثار کو تلاش کیا اور اوروں کے لیے انہوں نے ایسے قواعد کی بنیاد رکھی جن کو اپنے ذہنوں میں انہوں نے خوب راسخ کرلیا تھا، میں تیرے لیے ان قواعد کو چند آسان تقریروں میں بیان کرتا ہوں:

ترجیحی بنیادوں پہ اتباع کیے گئے قواعد:

ان کا مسلک یہ تھا کہ جب تک کسی مسئلہ کا حکم قرآن سے ثابت ہو تو کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے اور اگر قرآن میں مسئلہ کا حکم مختلف الوجوہ ہو تو اس کا فیصلہ احادیث سے کرنا چاہیے اور جب قرآن میں انہیں کوئی حکم نہیں ملتا تھا تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے تھے ، خواہ وہ حدیث مستفیض ہوتی جس پر فقہاء عمل کرچکے ہوتے یا کسی خاص شہر کے علماء یا کسی خاندان کے علماء یا کسی خاص طریقہ سے وہ مروی ہوتی ، خواہ صحابہ وفقہاء نے اس پر عمل کیا ہوتا یا نہ کیا ہوتا کسی مسئلہ میں جب انہیں کوئی حدیث مل جاتی تو اس کے بعد پھر اس کے مخالف کسی اثر یا کسی اجتہاد کا اتباع نہیں کیا کرتے تھے ۔

جب کسی مسئلہ میں کتاب وسنت سے نص نہ ملے:

جب نہایت کوشش اور تتبع احادیث کے بعد اس مسئلہ میں حدیث نہیں ملتی تھی تو اس وقت صحابہ یا تابعین میں سے ایک جماعت کی اقتداء کرتے تھے اس میں انہیں کسی قوم یا کسی شہر کی قید نہ تھی جیسا کہ ان کے قدماء کا طریقہ تھا ایسی صورت میں اگر جمہور خلفاء اور فقہاء کا اتفاق تھا تو وہ اطمینان کافی کے قابل تھا اور اگر وہ مسئلہ مختلف فیہ ہوتا تو ایسے شخص کے قول کو ترجیح دیتے تھے جو علم وورع ، کثرت ضبط یا اسے ان میں شہرت کی وجہ سے فوقیت ہوا کرتی تھی ۔

اور اگر اس مسئلہ میں ایک ہی قوت کے دو قول ہوا کرتے تو وہ مسئلہ ذات القولین رہا کرتا تھا اور اگر ان اُمور کی تتبع متعذر ہوتی تھی تو اس وقت کتاب وسنت کی عام تعبیروں میں ان کے ایماء واقتضاء میں غور کیا کرتے تھے اور جب دو مسئلوں میں ایک جیسی حالت ہوتی تھی تو مسئلہ کو نظیر مسئلہ پر محمول کرلیا کرتے تھے اس میں قواعد اُصولی کے پابند نہ تھے بلکہ جس طریقے سے اطمینانی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی اسی سے فیصلہ کرلیا کرتے تھے جیسا کہ تواتر کے لیے راویوں کی تعداد میزان نہیں ہے بلکہ اس کے لیے میزان وہ یقین ہے جو لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوجایا کرتا ہے صحابہ کے حالات میں ہم اُس معیار کا ذکر کرچکے ہیں ۔

یہ اصول متقدمین کے برتاؤ سے مستخرج ہیں:

اور یہ تمام اُصول متقدمین کے برتاؤ اور ان کی تصریحات سے مستخرج تھے ۔ میمون بن مہران سے منقول ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو وہ قرآن میں اس کے دعوے کا جواب تلاش کیا کرتے تھے اور اگر قرآن میں اس کا جواب نہ ملتا اور اس کے متعلق ان کو کوئی حدیث معلوم ہوتی تو ویسا ہی فیصلہ کرتے اور اگر قرآن وحدیث سے وہ مسئلہ کا حل معلوم نہ کرسکتے تو باہر جاکر مسلمانوں سے دریافت کرتے کہ ایسا ایسا دعویٰ میرے سامنے پیش ہوا ہے تم میں سے کسی کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ کیا تھا ؟ کبھی کبھا ایسا ہوتا کہ تمام لوگ بول اُٹھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ فیصلہ فرمایا تھا تب وہ فرماتے الحمدللہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال محفوظ ہیں اور جب کسی طرح حدیث سے بھی مسئلہ کا حل معلوم نہ ہوتا تب معتمد اور عمدہ لوگوں کو جمع کرتے ان سے مشورہ لیتے جب کسی مسئلہ پر تمام کا اتفاق رائے ہوجاتا تو اس کے موافق فیصلہ کرتے تھے ۔ 1

1 ۔ سنن دارمی ، باب القتیاء وما فیہ من الشدۃ

قاضی شریح کی طرف عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مکتوب:

قاضی شریح سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو تحریر کیا تھا کہ قرآن میں سے جو حکم تجھے معلوم ہو تو اس کے موافق فیصلہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ تجھے اس سے دور رکھیں اور اگر ایسا مسئلہ پیش ہو جس کا حکم قرآن میں نہ ملے تو حدیث کی تلاش کرکے اس کے موافق فیصلہ کرنا اور اگر قرآن وحدیث میں اس کا حکم نہیں ہے تو اس قول کی طرف دیکھنا جس پر لوگوں نے اتفاق کیا ہو اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا اور اگر قرآن وحدیث میں اس مسئلہ سے خاموشی ہے اور تم سے اگلے لوگوں نے بھی اس میں سکوت کیا ہے تو دو میں سے ایک کو اختیار کرنا اگر چاہو تو اپنی رائے سے اجتہاد کرنا اور اگر چاہو تو اجتہاد کرنے میں تاخیر کرنا اور میں تمہارے لیے اس تاخیر کو پسند کرتا ہوں ۔

قضاۃ کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں ہم پر ایسا زمانہ گزرا ہے کہ ہم کسی مسئلہ میں فتویٰ نہیں دیتے تھے نہ ہی ہم اس درجہ تک پہنچے تھے ، اللہ نے مقدر کیا تھا کہ ہم کو اس درجہ تک پہنچا دیا ۔ جیسے تم دیکھتے ہو اس لیے آج سے جس کے سامنے کوئی فیصلہ پیش ہو تو وہ کتاب اللہ کے موافق اسکا فیصلہ کرے ، اگر کتاب اللہ میں اس کا جواب نہ ہو تو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو اس کے موافق حکم دے ، پس اگر کتاب وسنت میں اس کا فیصلہ نہ ہو تو جیسا صالحین اُمت نے حکم دیا ہو اس کے مطابق حکم دے اور اپنی طرف سے نہ کہے کہ میں اس میں خوف کھاتا ہوں اور میں اسے پسند کرتا ہوں اس لیے کہ حرام وحلال واضح ہیں اور حلال اور حرام کے درمیان متشابہ اُمور ہیں اس لیے مشتبہ کو ترک کرکے یقینی کو اخذ کرے ۔ 1

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ دینے کا انداز:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا جب ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا اور اس کا حکم قرآن میں ہوتا تو اسی کے موافق فیصلہ کرتے تھے ، اگر قرآن میں اس کا حکم نہ ملتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم ثابت ہوتا تو وہی بیان کردیتے ورنہ جو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہوتا وہ بیان کردیتے اور اگر ان سے بھی کوئی حکم ثابت نہ ہوتا تو تب جاکر اپنی رائے سے اس کا جواب دیتے ۔ 2 عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرمایا کرتے تھے کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے یا زمین میں دھنسا دے تم کہتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا اور قتادہ سے روایت ہے کہ ابن سیرین نے ایک شخص کے سامنے

حدیث بیان کی تو اس نے کہا فلاں صاحب یوں کہتے ہیں تب ابن سیرین نے کہا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہوں اور تم اس پر کہتے ہو فلاں نے یوں کہا۔ فلاں شخص نے یوں فرمایا۔

سنن دارمی، باب القیاء و ما فیہ من الشدۃ۔ 1

سنن دارمی، باب القیاء و ما فیہ من الشدۃ۔ 2

:جہاں قرآن آجائے وہاں کسی کی رائے کی کوئی قدر نہیں

اوزاعی سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے لکھ دیا تھا کہ کتاب اللہ میں کسی کو رائے دینے کا حق نہیں ہے، ائمہ صرف ان ہی اُمور میں رائے دے سکتے ہیں جن کا حکم قرآن میں نازل نہ ہوا ہو اور نہ ہی حدیث میں اس کا حکم ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا ہو، اس میں کسی رائے کو دخل نہیں ہے۔ اعمش نے کہا ابراہیم کا یہ قول تھا کہ مقتدی امام کی بائیں جانب کھڑا ہوا کرے، میں نے سمیع زیات سے بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو دائیں جانب کھڑا کیا تھا۔ ابراہیم نے اسی کو اختیار کر لیا، شعبی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان کے پاس آکر مسئلہ دریافت کیا، یحییٰ نے جواب دیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کا یہ جواب دیا کرتے تھے، اس نے کہا: آپ مجھے اپنی رائے بتائیں۔ شعبی نے کہا تم اس شخص پر تعجب نہیں کرتے۔ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے خبر دے رہا ہوں اور یہ مجھ سے میری رائے کے بارے میں سوال کر رہا ہے۔ اللہ کی قسم!! مجھے راگ کا گانا اس سے بہتر لگتا ہے کہ میں اپنی رائے ظاہر کروں۔ 1 یہ تمام آثار دارمی نے بیان کیے ہیں۔

:پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی موجودگی میں کسی کی رائے کا اعتبار نہیں

ترمذی 2 نے ابو سائب سے روایت کی ہے کہ ہم امام وکیع کے پاس تھے، انہوں نے ایک شخص کو کہا جو رائے کو دخل دیتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا۔ اشعار اونٹ کی دائیں جانب کوہان کو لوہے کی چیز سے زخمی کرنا ہے۔ اور ابو حنیفہ کہتے ہیں اشعار مثلہ ہے۔ اس شخص نے کہا: ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ اشعار مثلہ ہے۔ ابو سائب کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ وکیع یہ سنتے ہی اس شخص پر غصہ میں آگئے اور کہا: میں تجھے کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور تو کہتا ہے ابراہیم کا یہ قول ہے تو اس قابل ہے کہ تجھے قید کر دیا جائے اور جب تک اپنے قول سے باز نہ آئے رہا نہ کیا جائے۔ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عطاء، مجاہد اور مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے قول کو اختیار اور رد نہ کر سکیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے علاوہ۔

سنن دارمی، باب التورع عن الجواب فیما لیس فیہ کتاب ولا سنۃ۔ 1

جامع ترمذی، ابواب الحج، باب ما جاء فی اشعار البدن۔ 2

:کوئی مسئلہ واقع نہیں ہوا مگر اس طبقہ نے اس کے لیے حدیث یا اثر کو پا لیا

جب علماء نے فقہ کو ان قواعد کے لحاظ سے مرتب کر دیا تو ان مسائل میں سے جن میں قدماء نے کلام کیا تھا یا جو اس موجودہ زمانے میں پیش آئے تھے کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس کے متعلق کوئی حدیث مرفوع، متصل، مرسل یا موقوف صحیح یا حسن یا قابل اعتبار بہم نہ پہنچی ہو یا شیخین اور دیگر خلفاء یا قضاۃ اور فقہاء بلاد کے کسی اثر کا پتہ نہ لگایا ہو یا عموم وایماء واقتضاء سے اس کا سراغ نہ لگایا گیا ہو، اس طرح اللہ تعالیٰ نے علماء کے لیے سنت پر عمل کرنا آسان کر دیا۔

:روایت وعلم کے اعتبار سے احمد بن حنبل کا مقام اس طبقہ میں سب سے بڑا ہے

اس زمانہ کے علماء میں سے نہایت عظیم المرتبت اور وسیع الروایت حدیث سے سب سے زیادہ واقف فقہ میں سب سے زیادہ غائر النظر امام احمد بن حنبل تھے رحمہ اللہ تعالیٰ۔ امام احمد بن حنبل کے بعد اسحاق بن راہویہ کا مرتبہ ہے۔ اس طریق پر فقہ کو ترتیب دینے کے لیے بکثرت احادیث و آثار جمع کرنے کی ضرورت تھی یہاں تک کہ امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ فتویٰ دینے کے لیے ایک لاکھ حدیثیں کافی ہو سکتی ہیں انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر کہا گیا: پانچ لاکھ کفایت کر سکتی ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھ کو اُمید ہے کہ اتنی کفایت کر سکیں۔ غایت المنتہی میں اس کو ذکر کیا ہے۔ امام احمد کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ فقاہت کے ساتھ فتویٰ دینے کے لیے اتنی حدیثیں کافی ہیں۔

:جمع حدیث کا دوسرا دور

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا دور پیدا فرمایا۔ انہوں نے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ حدیث کی محنتوں سے انہوں نے اور لوگوں کو فارغ کر دیا ہے۔ فقاہت کا سامان کر چکے ہیں، تفقہ میں انہی کے قواعد کا لحاظ رکھا اس لیے ان پچھلے لوگوں نے دوسرے فنون کا رُخ کیا، صحیح حدیثوں کو بالکل ممیز کر دیا، جو کبرائے اہل حدیث کے نزدیک متفق علیہ صحیح ہے، مثلاً یزید بن ہارون، یحییٰ بن سعید قطان، احمد، اسحق اور ان کے ہم رتبہ لوگوں نے ان کو صحیح مانا۔ فقہ کے متعلق ان احادیث کو جمع کیا جن پر بلاد اسلامی کے علماء وفقہاء نے اپنے اپنے مذہب کی بنیاد قائم کی تھی اور جو حدیث جس درجہ کی مستحق تھی اس پر وہی حکم لگایا اور شاذ و نوادر حدیثوں کو جمع کیا جنہیں سابقین نے روایت نہیں کیا تھا

اوران طرق کا انکشاف کیا جنہیں قدماء نے طرق کے انداز میں بیان نہیں کیا تھا ، ایسی احادیث میں وہ حدیثیں بھی ظاہر ہوئیں جن میں اتصال یا علو اسناد کا وصف تھا یا ان کی روایت فقیہ نے فقیہ سے یا حافظ حدیث نے حافظ حدیث سے کی تھی یا اس کے علاوہ اور مطالب علمی ان میں مندرج تھے ، اس منصب کے محدثین میں ، بخاری ، مسلم ، ابوداؤد، عبد بن حمید ، ابن ماجہ ، ابویعلیٰ ، ترمذی ، نسائی ، دار قطنی ، حاکم ، بیہقی ، خطیب ، دیلمی ، ابن عبدالبر اوران کے ہم مثل لوگ ہیں ۔

مصنفین میں سب سے زیادہ عالم اور مشہور :

میرے نزدیک وسعت علمی میں سب سے زیادہ نافع مصنف اور سب سے زیادہ مشہور تر چار اشخاص ہیں جن کا زمانہ قریب قریب ہے ۔

ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری :

سب سے اوّل ابو عبداللہ بخاری ہیں ان کی غرض یہ تھی کہ تمام ایسی احادیث کا مجموعہ خالص کردیں جن میں صحیح ، مستفیض اور متصل ہونے کے اوصاف ہیں اوران احادیث سے فقہ ، سیرت اور تفسیر کو مستنبط کریں ، اس لیے انہوں نے اپنی جامع صحیح کو تصنیف کیا اور جس شرط پر تصنیف کی تھی اس کو پورا کردیا ، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ایک صالح شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو محمد بن ادریس کی فقہ میں مشغول ہوگیا ہے اور میری کتاب کو تو نے چھوڑ رکھا ہے ۔ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ کی کونسی کتاب ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : صحیح بخاری اور مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صحیح بخاری کی مقبولیت اور شہرت ایسی ہوئی ہے کہ اس سے زیادہ تصور نہیں کیا جاسکتا ۔

مسلم بن حجاج نیشاپوری :

دوسرے مصنف مسلم نیشاپوری ہیں ۔ انہوں نے بھی یہی قصد کیا کہ متفق علیہ حدیثوں کو خالص کردیں ، جن پر محدثین نے اتفاق کیا ہو اور وہ متصل مرفوع کے درجہ کی ہوں ، ان سے دینی احکامات مستنبط ہوسکیں اور یہ بھی انہوں نے قصد کیا کہ احادیث کو قریب الفہم کردیں اور استنباط مسائل میں ان سے آسانی ہوسکے اس لیے انہوں نے نہایت مکمل ترتیب دی اور ایک ہی موقع پر ہر حدیث کے تمام طرق کو جمع کردیا تاکہ نہایت صراحت کے ساتھ اختلاف متون اور تفرق اسانید کا اظہار ہو جائے تمام مختلف احادیث کو یکجا کردیا تاکہ عربی زبان کے واقف کےلیے عذر کا کوئی موقع نہ رہے تاکہ وہ حدیث سے اعراض کرکے دوسری طرف متوجہ نہ ہوسکے ۔

ابوداؤد اشعث بن سلیمان سجستانی :

تیسرے مصنف ابوداؤد سجستانی ہیں ۔ ان کا قصد یہ تھا کہ ایسی احادیث جمع کی جائیں جن سے فقہاء استدلال کرتے ہیں ، فقہاء میں ان کا تذکرہ رہتا ہے اور علماء بلاد نے ان احادیث کو احکام کی بنیاد قرار دیا ہے ، اس مقصد کی بناء پر انہوں نے اپنی سنن کو تصنیف کیا اور اس میں صحیح ، حسن ، لین اور قابل عمل حدیثیں جمع کردیں ۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں ایسی کوئی حدیث جمع نہیں کی ہے جس کے ترک کرنے پر سب کا اتفاق ہو جو حدیث ضعیف تھی اس کا ضعف اور جس حدیث میں کوئی خدشہ یا علت کی بات تھی اس کی وجہ علت ، صاف بیان کردی ۔ حدیث میں خوض کرنے والا اس وجہ کو خوب سمجھ سکتا ہے ، ہر حدیث میں انہوں نے اس مسئلہ کو بیان کردیا جسے کسی عالم نے مستنبط کیا تھا اور کسی کا وہ مذہب قرار پایا تھا اسی لیے غزالی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ مجتہد کےلیے ان کی کتاب کافی ہے ۔

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی :

چوتھے مصنف ابوعیسیٰ الترمذی ہیں ، انہوں نے شیخین بخاری و مسلم کے طریقوں کو پسندیدہ صورت میں جمع کردیا جہاں ان دونوں نے صاف صاف بیان کیا یا ابہام رکھا تھا ، دونوں کو عمدہ شکل میں کردیا اور اس لیے کہ ہر ایک صاحب مذہب کے مسائل کو مفصل بیان کردیا اور ابوداؤد کے مقاصد کی بھی تکمیل کردی ہے ، دونوں طریقوں کی جامعیت کے بعد ان پر یہ اضافہ کردیا کہ صحابہ ، تابعین اور فقہاء امصار کے مذاہب کو پورا پورا بیان کردیا ، اس لیے ایک جامع کتاب کو انہوں نے ترتیب دے دیا اور لطیف انداز میں طرق حدیث کو مختصر کردیا ، ایک طریقہ کا ذکر کرکے دوسرے کی طرف اشارہ کیا ہے اور ہر ایک حدیث کی حالت بتادی ہے کہ کونسی صحیح اور حسن ہے اور کونسی ضعیف یا منکر ہے اور ہر ایک حدیث کی وجہ ضعف بیان کردی ہے تاکہ طالب حدیث کو اپنے مقصود میں پوری بصیرت حاصل ہو جائے اور جو احادیث قابل اعتماد نہیں ان کا پورا اندازہ کرسکے اور حدیث مستفیض اور غریب کی تصریح کردی ، ہر ایک صحابی اور فقیہ کا مذہب نقل کردیا ہے اور جس شخص کا نام معلوم کرنے کی ضرورت تھی اس کا نام بتادیا اور جس کی کنیت کی ضرورت تھی اس کی کنیت بتادی اور علماء میں سے کسی کی نسبت کوئی امر پوشیدہ نہیں رکھا ، اس واسطے علماء کا قول ہے کہ یہ کتاب مجتہد اور مقلد دونوں کو کفایت کرتی ہے ۔

محدثین کے مقابلہ میں ان علماء کا پیدا ہونا جو روایت حدیث سے تو ڈرتے تھے لیکن فتویٰ دینے میں نہیں گھبراتے تھے :

امام مالک ، سفیان ثوری اوران کے بعد ان محتاط لوگوں کے مقابلہ میں ایسے علماء بھی تھے جو مسائل بیان کرنے کو ناپسند نہ سمجھتے تھے اور نہ ہی فتویٰ دینے میں ان کو کوئی باک تھا ، وہ کہتے تھے کہ دین کی بناء فقہ پر ہی ہے ، اس لیے اس کی اشاعت ضروری ہے ، یہ علماء حدیث بیان کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ روایت پہنچانے سے خوف کھاتے تھے ، یہاں تک کہ شعبی نے کہا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورے کے لوگ روایت کےلیے مجھے زیادہ اچھے معلوم ہوتے ہیں اگر حدیث میں کوئی کمی وبیشی ہوگی تو اس کے ذمہ دار وہی لوگ رہیں گے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ورے ہیں ۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں کہوں عبداللہ نے یہ کہا اور علقمہ کا یہ قول ہے ، اور ابن مسعود جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کرتے تو ان کا چہرہ بدل جاتا تھا ۔ اس وقت وہ کہتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی یا اس کی مثل فرمایا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے جب انصار کی ایک جماعت کو کوفہ بھیجا تو ان سے فرمایا تم کوفہ کو جاتے ہو وہاں تم ایسے لوگوں سے ملوگے جو قرآن کو رقت سے پڑھتے ہیں ، وہ تمہارے

پاس آکر کہیں گے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آئے ہیں، تب وہ تم سے حدیثیں دریافت کریں گے، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی روایت بہت کم کرنا۔ ابن عون کہتے ہیں شعبی کے پاس جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ بہت ہی احتیاط کیا کرتے تھے اور ابراہیم برابر اس میں گفتگو کرتے تھے۔ ان تمام آثار کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

احادیث کے ساتھ قلت اہتمام کا سبب:

اس وجہ سے حدیث، فقہ اور مسائل کو مدون کرنے کی دوسری طرز کی ضرورت پڑی، ان کے پاس اتنی احادیث اور آثار نہ تھے جن سے وہ لوگ فقہ کو ان اصولوں کے موافق مستنبط کرسکتے جن کو اہل حدیث نے پسند کیا تھا اور علمائے بلاد کے اقوال میں غور اور بحث میں ان کو کشادہ دلی نہ تھی اور اپنے اپنے اماموں سے متعلق ان کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ تحقیق کے بلند مقام پر فائز ہیں اور سب سے زیادہ ان کا میلان اپنے اساتذہ کی طرف تھا جیسے علقمہ کا قول ہے کہ کوئی عالم عبداللہ سے زیادہ قابل اعتماد نہیں اور ابوحنیفہ کا قول ہے کہ ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور اگر صحابیت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں کہتا کہ علقمہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ ہیں۔

تخریج کے قاعدہ پر فقہ کی ترتیب:

لیکن ان علماء کے ذہن میں فطانت اور سرعت انتقال ایسی تھی جس سے وہ مسائل کا استخراج بخوبی کرتے تھے اور اپنے اصحاب کے اقوال سے اسے خوب پیوند لگاتے تھے اور جو چیز جس کی پیدائش میں ہوا کرتی ہے وہی اس کے لیے آسان ہوجایا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

[كُلُّ حِزْبٍ م بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ] [الروم: ۳۲]

''ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔''

اس طرح ان علماء نے تخریج کے قاعدہ پر فقہ کی ترتیب دی ہر شخص اس کی کتاب کو محفوظ رکھتا تھا جو ان کے اصحاب کی زبان اور اقوال علماء کا زیادہ واقف اور ترجیح میں زیادہ درست رائے ہوا کرتا تھا، اس لیے ہر مسئلہ میں وہ حکم کی وجہ میں غور کرسکتا تھا جب کسی عالم سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ اپنے اصحاب کے واضح اقوال میں غور کرتا جو اسے حفظ ہوتے تھے اگر ان میں جواب مل جاتا تو فبہا ورنہ ان کے عموم کلام کو دیکھتا اور اس عموم سے مسئلہ کا حکم اخذ کرلیتا یا کسی کلام کے اشارۂ ضمنی سے حکم کو مستنبط کرلیتا۔

کبھی کبھار بعض کلام میں کوئی اشارہ یا اقتضاء ہوا کرتی تھی اس سے امر مقصود سمجھ آجایا کرتا تھا۔ اور کبھی کسی مصرح مسئلہ کی کوئی نظیر ہوا کرتی تھی اسی نظیر پر اصل مسئلہ کو حمل کرلیا کرتے تھے۔ اور کبھی انہوں نے مصرح حکم کی علت میں غور کیا اور اسی علت کو غیر مصرح حکم میں ثابت کردیا۔

اور کبھی اس عالم کے اس مسئلہ میں دو قول ہوا کرتے تھے اگر ان کو قیاس اقترانی یا شرطی کے ہم شکل کرلیتے تو مسئلہ کا جواب اس سے حاصل ہوجاتا تھا۔

اور کبھی ان کے کلام میں ایسے اُمور ہوتے جو مثال اور تقسیم سے معلوم ہوتے تھے لیکن ان کی تعریف جامع اور مانع معلوم نہ ہوتی اس لیے ان فقہاء نے اصل زبان کی طرف رجوع کیا اور اس چیز کے ذاتیات معلوم کرنے کی کوشش کی اور ان کی تعریف جامع ومانع مرتب کردی اور ان میں جو ابہام تھا اسے ضبط میں لے آئے اور مشکل کو ممیز کردیا۔

اور کبھی ان کی کلام میں چند وجوہ کا احتمال ہوتا انہوں نے دو احتمالوں میں سے ایک کو متعین کردیا اور کبھی دلائل کا انداز ایسا نہ ہوتا جس سے نتیجہ صاف نکلتا، انہوں نے ان دلائل کو بخوبی بیان کردیا اور کبھی بعض اصحاب التخریج اپنے ائمہ کے فعل اور سکوت وغیرہ سے استدلال کیا کرتے تھے۔

مذہب میں مجتہدین:

ان طرق مذکورہ کا نام تخریج تھا اور اسی کے متعلق کہا کرتے تھے کہ فلاں شخص نے قول کو اس طرح خارج کیا ہے یا فلاں مذہب کے موافق یا فلاں قاعدہ کے موافق یا فلاں شخص کے قول کے موافق مسئلہ کا جواب اس اس طرح ہے اور ان کے تخریج کرنے والوں کو مجتہدین فی المذہب کہتے تھے اور جس کا یہ قول ہے کہ جس نے مبسوط کو یاد کرلیا وہ مجتہد ہے اس سے وہی اجتہاد مراد ہے جو تخریج سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ ایسے شخص کو روایت کا علم بالکل نہ ہو اور ایک حدیث بھی اس کو نہ آتی ہو اسی طرح ہر ایک مذہب میں تخریج واقع ہوئی اور اس کی کثرت ہوگئی، اس کے بعد جس مذہب کے پیرو کار زمانہ میں مشہور ہوگئے اور قضاء اور فتویٰ ان پر مفوض ہوا۔ ان لوگوں میں ان کی تصانیف مشہور ہوگئیں۔ انہوں نے عام مواد پر درس دینا شروع کیا، وہ مذہب اطرافِ عالم میں پھیل گیا اور ہمیشہ اس کی شہرت بڑھتی گئی اور جس مذہب کے پیرو گم نام ہوئے اور قضاء اور فتویٰ کی خدمت ان میں نہ رہی لوگوں نے ان میں رغبت نہ کی وہ چند روز بعد نابود ہوگیا۔

[قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام ومسائل]

جلد02ص814-837

محدث فتویٰ